8

اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہمیں بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے

(فرمودہ 7/اپریل 1950ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص منشاء کے ماتحت ہماری جماعت کے سپرد ایک اہم کام کیا ہے اور اِس کام کو پورے طور پر بجالانا ہمارے فرائض میں سے ہے۔ اگر ہم ان فرائض کو صحیح طور پر پورا کریں تو اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے انعامات کے مستحق ہوں گے۔ اور اگر صحیح طور پر پورا نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اُس کی سزا کے مستحق ہوں گے۔ لیکن چونکہ انسانی عقل کمزور ہے، اِسی طرح اُس کا ذہن بھی کمزور ہے۔ اِس لئے وہ کئی دفعہ تو اپنے طور پر یہ خیال کر لیتا ہے کہ وہ جو کام کر رہا ہے وہ اُس معیار کے مطابق ہے جس کے مطابق اُس سے خواہش کی گئی ہے۔ اور کبھی وہ اپنی معذرت کے مختلف دلائل مہیا کر لیتا ہے اور یہ کہہ کر نفس کو تسلی دے لیتا ہے کہ جن حالات میں یہ باتیں کسی انسان پر واجب ہوتی ہیں وہ حالات میرے نہیں۔ اور یہ دونوں باتیں اِس طرز پر ظاہر ہوتی ہیں کہ اُن سے بچنے کی طاقت وہ کھو بیٹھتا ہے۔ غیر شخص کے دھوکا کو پہچاننا مشکل امر نہیں ہوتا۔ لیکن اپنے نفس کے دھوکا کو پہچاننا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ جب دشمن کوئی بات کہتا ہے تو انسان اُس سے بچنے اور اُس کو بے اثر ثابت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو کہتا ہے کہ ہوشیار ہو جا۔ دشمن جو کچھ کہے گا تیرے فائدہ کے خلاف کہے گا اور تیری ترقی کے راستہ میں روڑے اٹکائے گا۔ ایسی صورت میں وہ پورے غور اور تدبر کے بعد دشمن کے حیلہ کو

نا کام بنا دیتا ہے۔لیکن جب اُس کا اپنا نفس ہی اُس سے دھوکا کرنے لگ جاتا ہے تو اُس پر جرح اور تنقید کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ انسانی نفس ہر بات خیر خواہ بن کر کہتا ہے۔ دنیا میں جتنی ٹھوکریں بیویوں کو خاوندوں سے، خاوندوں کو بیویوں سے، اولاد کو ماں باپ سے اور ماں باپ کو اولاد سے اور بہن بھائیوں کو ایک دوسرے سے لگتی ہیں وہ صرف نفسانی دھوکا کی وجہ سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ بیویاں اور اولاد انسان کے لئے فتنہ ہیں 1 اور شیطان نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کو خراب کرنا چاہا تو اُس نے یہی طریق اختیار کیا اور اُن سے کہا میں تمہارا ناصح اور خیر خواہ ہوں۔ اگر شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس دشمن بن کر آتا تو وہ کبھی فریب میں نہ آتے۔ لیکن وہ دوست بن کر آیا اور دوست بن کر اُس نے آپؑ کو فریب دیا۔

غرض دوست بن کر بہت سے فریب دیئے جاتے ہیں۔اور نفس سے زیادہ اور دوست کون ہوگا۔ اور اگر نفس ہی دشمنی کرنے لگ جائے تو انسان اس پر جرح کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ صلحاء اور صوفیاء نے کہا ہے کہ سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا نفس ہے۔ اِس کے یہ معنی نہیں کہ کسی کا نفس دیدہ ودانستہ اُسے تباہی کے گڑھے میں لے جانا چاہتا ہے۔کسی ذلیل سے ذلیل شخص کا نفس بھی دیدہ ودانستہ اُسے تباہی کے گڑھے میں نہیں گرانا چاہتا۔ نفس کی سب سے بڑی دشمنی یہ ہے کہ وہ انسان کے ظاہری فائدہ کے لئے ایسی دلیلیں دیتا ہے کہ وہ اگر دشمن کے منہ سے سُنی جائیں تو انسان اُنہیں فوراً ردّ کر دے۔لیکن نفس کی پیش کی ہوئی دلیلوں کو انسان ردّ نہیں کر سکتا۔ پس اِس کے یہ معنی بھی نہیں کہ کسی کا نفس یہ چاہتا ہے کہ وہ دوزخ میں جا پڑے اور وہ ذلیل ہو جائے۔ نفس کی سب سے بڑی دشمنی کے یہ معنی ہیں کہ وہ انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانا نہیں چاہتا لیکن وہ نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اور اِس میں اور دوسری قسم کی دشمنی میں فرق ہے۔ دشمن نقصان پہنچانا چاہتا ہے لیکن پہنچا نہیں سکتا۔ اور نفس نقصان نہیں پہنچانا چاہتا لیکن وہ نقصان پہنچا دیتا ہے۔

پس ان حالات میں ہمیں اِس بات کی ضرورت ہے کہ ہم قدم بقدم سوچ کر چلیں اور اپنے دماغ کو اِس بات کا عادی بنالیں کہ وہ سچ کو دیکھے اور اسے پرکھنے کی قابلیت پیدا کر سکے۔ آخر یہ کام پہلوں نے کئے ہیں پھر ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مشکل ضرور ہے۔لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت صحابہؓ نے یہ کام کئے تھے اور ان کے بعد آنے والے صلحاء نے بھی یہ کام

کئے۔ پس یہ کام مشکل تو ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اور جب ناممکن نہیں اور ہم سے پہلے کئی لوگ یہ کام کر چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسی رستہ پر چلیں اور کامیابی نہ دیکھیں۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ ہمیں اِس بات کی مشق کرنی چاہیے کہ ہم نفس کے دھوکا کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بے شک دشمن کے دھوکا کو سمجھنے کے لئے بھی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ مگر انسان اس کے لئے پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ نفس کے دھوکا کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اس بات کا عزم کر لیں کہ نفس کے دھوکا کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہیں گے اور اپنے آپ کو صحیح راستہ پر چلنے کی عادت ڈالیں گے۔

بعض احادیث میں آتا ہے حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا [2] تم اپنے نفس کا محاسبہ کرو پیشتر اِس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ بعض کے نزدیک یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول نہیں بلکہ کمزور روایت کا فقرہ ہے۔ ہمیں اِس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے نزدیک اِس میں ایک نہایت ہی لطیف بات بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ تم اپنے نفس کا محاسبہ کرو پیشتر اِس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ جو شخص اپنے نفس کا پہلے محاسبہ کر لے گا وہ عین وقت پر شرمندہ نہیں ہوگا۔ ایک شخص جب گھر سے سفر کے لئے نکلتا ہے اور چلنے سے پیشتر وہ اپنے سامان کو دیکھ لیتا ہے وہ منزلِ مقصود پر پہنچ کر پریشان نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص گھر سے نکل پڑتا ہے اور سب سامان کا جائزہ نہیں لیتا وہ منزلِ مقصود پر پہنچ کر شرمندہ اور ذلیل ہوتا ہے۔ اِسی طرح اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ مرنے کے بعد اُسے کس کس چیز کی ضرورت ہے اور وہ مرنے سے قبل اُن سب چیزوں کو مہیا کر لے تو وہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے سامنے شرمندہ اور ذلیل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص محاسبہ نہ کرے اور اُس کا کوئی خانہ خالی ہو تو وہ اُسے پُر کرنے کے لئے دنیا میں واپس نہیں آ سکے گا۔ جب ایک دفعہ کشتی چلی گئی تو وہ کشتی اِس دنیا میں واپس نہیں آ سکتی کیونکہ اُس کا کنارا اگلا جہان ہے جہاں سے مرنے کے بعد کوئی شخص واپس نہیں آیا کرتا۔

پس اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہمیں بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اور اِس کے ساتھ نفس کی صفائی کی بھی ضرورت ہے۔ توکّل کی بھی ضرورت ہے۔ طہارت کی بھی ضرورت ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کی بھی ضرورت ہے۔ دن پر دن گزرتے جاتے ہیں، سال پر سال گزر رہے ہیں یہاں تک کہ ایک وقت لوگ کہیں گے کہ 100 سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تھے لیکن ہمارا کام ابھی بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ ہماری منزل کا ابھی کوئی نشان بھی

نہیں ملتا۔ اِس لئے ہمیں بہت زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے۔ بہت زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہے تاکہ ہم اپنی زندگی میں اُس بنیاد کو تو قائم کرلیں جس پر احمدیت کی عمارت قائم ہونے والی ہے۔"

(الفضل مورخہ 7 جون 1950ء)

1: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (التغابن:15)

2: تفسیر روح البیان جلد 5 صفحہ 141 سورۃ الاسراء زیر آیت اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا مطبع عثمانیہ 1331ھ